امریکی ایجنڈا اور مسلم معاشرہ

۵/ مارچ ۲۰۰۷ء کو اسلامی نظریاتی کونسل نے ''امریکی ایجنڈا اور مسلم معاشرے'' کے موضوع پر ایک گول میز مذاکرے کا اہتمام کیا، جس میں سیدہ عارفہ زہراء، چیئرپرسن، قومی کمیشن برائے وقارِ نسواں، ڈاکٹر منظور احمد، رکن اسلامی نظریاتی کونسل اور ریکٹر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اور ڈاکٹر انیس احمد، ریکٹر رفاہ یونیورسٹی کے علاوہ کیلیفورنیا یونیورسٹی اردن، امریکہ کے پروفیسر مارک لی وائن نے شرکت کی۔ جناب مشاہد حسین سید، سینیٹر، محترمہ گل مینہ بلال اور مولانا زاہد الراشدی اپنی دیگر مصروفیات کی بناء پر شریک نہ ہو سکے۔ ڈاکٹر محمد خالد مسعود نے زیر بحث مسئلے کا تعارف پیش کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں رائے عامہ منقسم ہے۔ تاہم قدامت پسند ہوں یا لبرل دونوں کو شکایت ہے کہ ان کے اہداف کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ امریکی پالیسیاں ہیں، جنہیں وہ ''امریکی ایجنڈا'' کا نام دیتے ہیں۔ قدامت پسندوں کا کہنا ہے کہ مغربی خصوصاً امریکی اقدار کی اشاعت بڑھتی جارہی ہے اور اس سے پاکستانی ثقافت اور معاشرتی قدریں روز بروز کمزور پڑتی جارہی ہیں۔ مذہبی طبقات کہتے ہیں کہ ملک میں قانونی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی اصلاحات کا جو سلسلہ جاری ہے، وہ امریکہ کے اشارے پر اور اس کے دباؤ کے تحت ہو رہا ہے۔ ''روشن خیال میانہ روی'' اور ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' اور ''صنفی امتیاز کے انسداد'' اور ''صنفی انصاف'' کی باتیں دراصل ''امریکی ایجنڈے'' کا حصہ ہیں۔ امریکہ پاکستان میں امریکی طرز کا معاشرہ تشکیل دینا چاہتا ہے۔ لبرل بھی ''امریکی ایجنڈا'' سے شاکی ہیں۔ ان کے خیال میں ملک کی ترقی اور اصلاح میں یہی امریکی ایجنڈا بڑی رکاوٹ ہے۔ فرقہ واریت اور انتہا پسندی چند مسلم ممالک کے مقامی مسائل تھے، لیکن مشرق وسطیٰ میں امریکہ کی پالیسیوں کی وجہ سے یہ ایک عالمی مسئلہ ہے۔ اور اب فرقہ واریت اور دہشت گردی ایک ایسی سیاسی شکل اختیار کر گئی ہے کہ جو ملک اس سے نمٹنے کی کوشش کرتے ہیں اور جو دانشور اس پر بات کرتے ہیں انہیں امریکی ایجنٹ کہہ کر آسانی سے خاموش کرایا جاسکتا ہے۔ اس مسئلے کے عالمی پس منظر کی وجہ سے اس کا مقامی پہلو بالکل دب کر رہ گیا ہے حتیٰ کہ اب مغرب میں دہشت گردی اسلام کے نام سے منسوب ہوگئی ہے۔ مسلمان دانشوروں کا یہ استدلال کہ دہشت گردی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ''اعتذاری اسلام'' قرار دیا جارہا ہے۔ یہ صورت حال پاکستان کے لیے خاص طور پر تکلیف دہ ہے۔ ملکی حالات لازمی طور پر معاشی اور سیاسی اصلاحات کے متقاضی ہیں۔ ان اصلاحات کو امریکی ایجنڈا قرار دے کر ان کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ دوسری طرف مغرب کی عالمگیریت طاقت کی زبان استعمال کرتی اور مشرق وسطیٰ میں ظلم اور بربریت کی پشت پناہی کرتی ہے۔ چونکہ آج عالمگیریت نے ایک طرح کا ابہام پیدا کردیا ہے، اس لیے اس موضوع پر کھل کر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ پروفیسر مارک لی وائن نے کہا کہ اسلام اور مغرب کے تعلقات میں خودکش بمباری اور دہشت گردی کے واقعات نے منفی کردار ادا کیا ہے۔ امریکی مفادات کو اگر امریکی ایجنڈا کا نام دیا جائے تو وہ حقیقت ہے۔ امریکہ ابھی تک اپنے ملک سے باہر دشمن سے جنگ لڑ رہا تھا۔ امریکہ پر حملہ، یہ پہلو بالکل نیا ہے۔ اس لیے امریکی سلامتی کے لیے اسلامی ممالک میں سیاسی استحکام اولین ترجیح ہے۔ تاہم یہاں کسی قسم کی دوررس تبدیلیاں امریکی مفاد میں نہیں۔ آج کی عالمگیریت کی وجہ سے عالمی صورت حال میں ایک ڈرامائی تبدیلی آئی ہے اور وہ ہے اصلاح احوال کے لیے فوج اور ہتھیاروں کا استعمال۔ امریکہ میں بش انتظامیہ کے تحت طاقت اور اسلحہ کا نظریاتی بنیادوں پر استعمال شروع ہوا ہے، جس میں مشرق وسطیٰ کی سیاسی صورت حال میں حسب خواہش تبدیلی، تیل کی قیمتوں میں استحکام، اسلحہ کی دوڑ، جمہوریت اور فلسطینی مسئلہ میں عملی دلچسپی ان نظریاتی بنیادوں کے چند عوامل ہیں۔

آج امریکی مفادات کو صحیح طریقے سے سمجھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ افغانستان میں جمہوریت کا قیام امریکی ایجنڈا ہے، تو امریکہ کبھی اس میں کامیاب نہیں ہوسکتا کیونکہ امریکہ کا مفاد یہ نہیں ہے۔ بظاہر امریکہ کو افغانستان اور عراق میں اور القاعدہ کے خلاف ناکامی ہوئی ہے۔ لیکن درحقیقت یہ امریکہ کی ناکامی اور نااہلیت کا ثبوت نہیں۔ ان ممالک میں جمہوریت کا قیام امریکہ کا ایجنڈا نہیں ہے۔ امریکہ جو کچھ چاہتا تھا وہ حاصل کرچکا ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا کہ امریکہ میں انتظامیہ کی تبدیلی سے امریکی پالیسی میں تبدیلی آئے گی صحیح نہیں۔

اسلامی ممالک کی معاشی ترقی، رشوت ستانی کا انسداد، جمہوریت کا قیام امریکی ایجنڈا نہیں ہے۔ یہ کام یہ ملک خود کریں تو کریں امریکہ اسے اپنا ایجنڈا نہیں سمجھتا۔ اسلامی ممالک کے لیے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ امریکی مفادات کیا ہیں؟ امریکی پالیسیاں کیا ہیں؟ ان کا تسلسل ہمیشہ قائم رہے گا اور انتظامیہ کی تبدیلیوں سے ان میں تبدیلی نہیں آئے گی۔ امریکہ اپنے مفادات کے حصول کو اولین ترجیح دے گا۔ ان مفادات کا مطالعہ اور تجزیہ بیرونی اصولوں کی روشنی میں نہیں، ان کے اپنے اغراض ومقاصد کی روشنی میں کرنے سے بات سمجھ میں آسکتی ہے۔

سیدہ عارفہ زہرا نے کہا کہ جمہوریت اور اچھی حکومت امریکی ایجنڈا نہیں ہے۔ عالمی سطح پر ہی نہیں خود امریکہ میں مقامی اور قومی سطح پر بھی نہیں۔ تاہم موجودہ امریکی انتظامیہ ان تصورات اور خیالات کو بہت کامیابی سے اپنے مفاد میں استعمال کر رہی ہے۔ پاکستان کے دانشوروں پر یہ بات واضح ہونی چاہئے کہ عالمگیریت کے مسائل پاکستان ہی نہیں امریکہ کو بھی درپیش ہیں۔

ڈاکٹر منظور احمد نے اسلامی ممالک میں لبرل تحریکوں کے بارے میں بتایا کہ یہ شروع میں ترقی پسند اور جدیدیت پسند تحریکیں تھیں، لیکن بتدریج نظریاتی تحریکیں بن گئیں۔ برصغیر میں ان کی ابتداء سرسید سے ہوتی ہے اور یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ شروع سے یہ تحریک علمی اور فکری طور پر کمزور تھی۔ لبرلزم ایک فکری تحریک کی بجائے ثقافتی تقریب بن گیا، جس نے ثقافت کی ظاہری شکلوں پر زور دیا لیکن فکری بنیادوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ سرمایہ داری فکر نے اپنے مقاصد کے لیے قدامت پسندوں اور لبرل کے درمیان تضاد کو زیادہ اجاگر کیا۔ جمہوریت کے بارے میں اس قدر اختلاف سامنے آیا کہ یہ بھی ایک نظریاتی قدر بن کر رہ گئی۔

آج ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ عالمگیریت ناگزیر ہے، اس میں ہمیں کوئی اختیار نہیں۔ اس لیے ہمیں اس کے لیے ویسی ہی طرز فکر اپنانا ہوگی۔ اگر اس میں ہمیں اپنی اختلافی اور دینی اقدار سے تصادم نظر آتا ہے، تو ہمیں فکری استدلال کا وہ طریقہ اپنانا ہوگا، جس میں مکالمے کے ذریعے اتفاق رائے کا حصول ہوسکے۔ صلح وآشتی کی ضرورت ہے اور عالمگیر اقدار پر اتفاق رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ امریکی ایجنڈا اور عالمگیریت دو مختلف چیزیں ہیں۔ ان کو اکثر ایک سمجھ لیا جاتا ہے، جس سے خرابی پیدا ہوتی ہے۔

ڈاکٹر انیس احمد نے عالمی صورت حال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا کہ آج کا بنیادی مسئلہ عالمی سطح پر یک طرفہ فیصلوں کا رجحان ہے۔ دنیا میں صرف ایک طاقت اور امریکی تسلط ہے۔ کوئی قوم اس تسلط سے آزاد نہیں۔ سیاسی طور پر صرف امریکی کارڈ رائج الوقت سکہ ہے۔ آج کی ضرورت اس یک قطبی اور دو قطبی عالمگیریت سے نجات اور ایسی دنیا کا قیام ہے، جس میں قومیں ایک یا دو قوتوں کی محتاج نہ ہوں۔

آج امریکی مفادات کو صحیح طریقے سے سمجھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ افغانستان میں جمہوریت کا قیام امریکی ایجنڈا ہے، تو امریکہ کبھی اس میں کامیاب نہیں ہوسکتا کیونکہ امریکہ کا مفاد یہ نہیں ہے۔

معاشرت میں تسلسل، جمود اور تقلید سے نہیں بلکہ خود احتسابی اور نظر ثانی کے مسلسل عمل سے آتا ہے۔ ہم اجتہاد کی بات کرتے ہیں لیکن اجتہاد کا کوئی نظام، طریق تحقیق اور باقاعدہ طریق کار تشکیل نہیں پاسکا۔ ابھی تک اجتہاد کے لیے سازگار ماحول پیدا نہیں ہوسکا۔ ابھی تک ہر نئی بات کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر نئی فکر سوالات کی زد میں آتی ہے۔ جب تک ہم قرآن وسنت کو بنیاد بنا کر اجتہاد کا نظام تشکیل نہیں دیں گے، اس وقت تک بات نہیں بنے گی۔ اس وقت امت مسلمہ جس انتشار اور افتراق کا شکار ہے، وہ خود امریکہ کے مفاد میں ہے۔ ہمیں اپنے مفادات کے لیے خود کام کرنا ہے، ہمیں خود فیصلہ کرنا ہے کہ ہمیں کونسی اصلاحات درکار ہیں۔ ہمارے حق میں کیا بہتر ہے۔ اس فیصلے کے بعد ہمیں اس کی پروا نہیں ہونا چاہئے کہ امریکی ایجنڈا کیا ہے۔

(ادارہ تحریر)

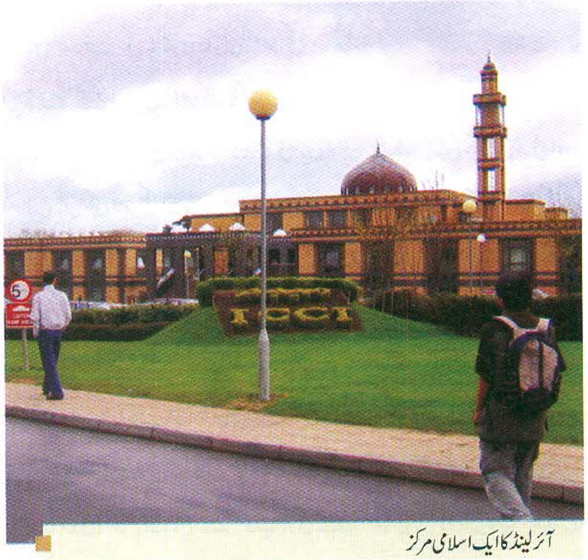

آئرلینڈ کا ایک اسلامی مرکز